مولانا محمد عبد الحق چوھان

ضرورتِ نبوّت اور ختمِ نبوّت

خداوند قدوس نے انسان کو ایک ایسی امتیازی فطرت سے نوازا ہے جس کے باعث وُہ "اشرف المخلوقات" کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہے۔ انسان کے فطری خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُس کی فطرت کے خمیر میں خَیر و شر کی استعدادی قُوت رکھ دی گئی ہے۔ استعدادِ شر کے باعث یہ قبائح و فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور استعدادِ خیر کے باعث خیر و حَسنات کے امور سرانجام دیتا ہے۔ انسان کی اس فطری جامعیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے:

ان اللہ خلق آدم و جعل فیہ نفسا و روحا فمن الروح عفافہ و حلمہ و سخاؤہ و وفاؤہ و من النفس شھوتہ و طیشہ و سفہہ و غضبہ۔ (الروض الانف ص: ۱۹۸، ج: ۱)	خداوند قدوس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی فطرت میں نفس اور رُوح کو ودیعت رکھا ہے۔ انسان کی پاک دامنی، بُرد باری، سخاوت اور ایفاءِ عہد رُوح کے باعث ہے اور انسان میں بُرائیوں کی خواہش، غصہ، بیوقوفی کے کام اور غضب، نفس کے سبب ہے۔

یہ قُوّت، استعدادِ افعال کے اعتبار سے غیر متناہی ہے۔ یعنی انسان اگر جذبۂ تسکین خواہشات کے تحت اس قُوّت کو فواحش و قبائح کے ارتکاب میں صرف کرنا شروع کر دے تو اس کے تمرّد، عصیان اور تجاوز عن الحدود کے لئے کوئی ایسا نقطہ معرضِ وجود میں نہیں آئے گا کہ جس کے باعث انسانی استعداد معدُوم ہو جائے اور اس کے تمرّد و استکبار کی وُہ انتہائی منزل ہو۔ اور اسی طرح اگر انسان اس قُوتِ استعداد کو امورِ خیر و حسنات میں صرف کرے تو ترقیٔ مدارج و معارج کی شاہ راہ پر ایسی کوئی منزل معرضِ وجود میں نہیں آئیگی کہ جس پر انسان کی رُوحانی ترقی و صعودی حرکت منقطع و مختتم ہو کر سکون و جمود میں تبدیل ہو جائے۔ بلکہ ہر آن و ہر ساعت میں تقرب الی اللہ کے مدارج کی

منزل طے کرتا رہے گا۔ انسان کی اس جامعیت اور فطری خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین دوّانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں :

اللہ تعالیٰ مَلک را عقل داد بے شہوت وغضب ، و حیوان را شہوت وغضب داد بے عقل ، و انسان را ہر دو داد ۔ پس اگر انسان شہوت وغضب را مطیع و منقاد عقل گرداند و بکمال عقلی رسد رُتبۂ اُو از مَلکِ اعلیٰ باشد چہ مَلک را مزاحمی در کمال نیست بلکہ اختیارے دراں نہ ، و انسان با وجود مزاحم بسعی و اجتہاد بایں مرتبہ فائز شدہ و اگر عقل را مغلوب شہوت وغضب سازد خود را از رتبۂ بہائم فروتر اندازد ۔ چہ ایشاں بواسطۂ فقدانِ عقل کہ وازع شہوت وغضب تواند بود در نقصان معذور اند بخلاف انسان ۔

اخلاق جلالی ، ص : ۲۴ ۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قوّتِ عاقلہ سے نوازا ہے لیکن ان میں قوّتِ شہوانیہ اور غضبیہ مفقود ہے ۔ اور انسان کے علاوہ باقی حیوانات کے اندر قوّتِ شہوانیہ و غضبیہ موجود ہے لیکن قوّتِ عاقلہ سے یہ عاری ہیں اور خداوند قدوس نے انسان کو ان دونوں قوّتوں سے نوازا ہے پس انسان اگر قوّتِ شہوانیہ اور غضبیہ کو عقل کے تابع اور اس کا فرماں بردار بنا دے تو انسان عقلی کمال کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ فرشتوں کے اندر کوئی ایسی قوّت موجود نہیں جو کہ کمالِ عقلی کے حصول سے مانع اور مزاحم ہو بلکہ وہ تو نیکی کے خلاف عمل کرنے کی قوّتِ اختیار سے بھی محروم ہیں اور انسان کی فطرت میں کمالِ عقلی حاصل کرنے میں مزاحم موجود ہے اس لئے انسان یہ مرتبہ اجتہاد اور سعی مسلسل کے بعد ہی حاصل کرتا ہے اور انسان اگر قوّتِ عاقلہ کو قوّتِ شہوانیہ اور غضبیہ کے تابع کر دے تو حیوانات کے درجۂ سافلہ سے بھی نیچے گر جاتا ہے ۔ اس لئے کہ حیوانات قوّتِ شہوانیہ اور قوّتِ غضبیہ کا مقابلہ کرنے والی قوّتِ عاقلہ سے عاری ہونے کے باعث

معذور ہیں اور انسان کے اندر قوّتِ عاقلہ موجود ہے

خداوند قدوس نے جس طرح مادّی اشیاء کی فطرت میں بعض ایسی خصوصیات ودیعت رکھی ہیں کہ جن کے باعث وُہ وُہ اشیاء بدنِ انسانی کے لیئے مفید یا مضر ثابت ہوتی ہیں اسی طرح اعمالِ انسانی بھی معنوی خصائص پر مُحیط و مشتمل ہیں: انہی خصائص کے اعتبار سے بعض اعمال رُوحِ انسانی کے لیئے سُود مند ہیں اور بعض اعمال مُضر۔ لیکن ان کے منافع و ضرر رساں اثرات کا ظہور آخرتِ اُخروی میں ہوگا۔ جس طرح اَطبا جسمِ انسانی کے لیئے مُفید و مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں اسی طرح اِنسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ نوعِ انسانی میں سے ایسا برگزیدہ گروہ ہو جو کہ رُوحِ انسانی کے لیئے مفید اور مضر اعمال کی نشاندہی کرے۔ اور نوعِ انسانی کا یہ برگزیدہ گروہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

چنانکہ ابدان را بعض اشیاء نافع و بعض ضارّ دریں حیاتِ دُنیا۔ ہمچنیں انسان را بعض افعال مضر در حیاتِ اخرویہ چہ اَفعال استعداد اِقتضائے ایصال بجنت و نار می دارند وایں ضرر و نفع افعال در حیاتِ اخرویہ کہ حیاتِ اصلیہ است ظاہر خواھد شد و ایں حیات را بعض افعال نافع است و بعض مضر۔ و ایں حکم مرافعال در حدذات وے ثابت است و چنانکہ طبیبان طبیعتِ اشیاءِ نافعہ و ضارّہ ابدان را در حیاتِ دنیاویہ بیان می کنند تا بدن از

جیسا کہ انسان کے بدن کے لیئے اس دنیا کی زندگی میں بعض چیزیں نفع رساں اور بعض چیزیں نقصان دہ ہیں اسی طرح حیاتِ اُخرویہ کے لیئے بھی بعض انسانی اعمال نقصان دہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ افعال باعتبار اپنی ذاتی خصُوصیت کے جنّت اور جہنّم تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور ان کا نفع اور نقصان حیات اُخرویہ میں ظاہر ہوگا جو کہ اصل حیات ہے۔ اس لیئے بعض افعال حیاتِ اُخرویہ کیلیئے نفع رساں ہیں اور بعض افعال نقصان دہ ہیں اور یہ خاصیت ان افعال کی ذات ہی سے ہے اور جس طرح کہ اِنسانی جسم کے حکیم اور طبیب انسان کے جسم کے لیئے مفید اور مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ انسانی جسم مرض سے محفوظ رہ جائے اِسی طرح انبیاء علیہم السلام حیاتِ اُخرویہ

عـــدونش مرض درحیات دُنیا	کے لئے مفـیداعمال اور مُضراعمال بیان
مصئون باشد۔ ہمچنیں انبیار	فرماتے ہیں تاکہ انسان اخـــروی زندگی
و رسل مُضرات و نافعات	میں رنج و اَلَم سے نجات حاصل
حیاتِ اخروی بیان می فرمایند	کرسکے۔
تا بعمل بآں انسان مصئون از رنج والم۔	
(بحرالعلوم شرح مثنوی ص: ۱۲۵، دفترسوم)	

اورامام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (المتوفیٰ ۵۰۵ ھ) رحمۂ اللہ تعالیٰ نبوّۃ اوراعمالِ شرعی کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان الانسان خلق من	تحقیق بلاشک وشبہ انسانی ترکیب
بدن و قلب و اعنی بالقلب	میں دواجـزاء ہیں، ایک بدن اور دوسرا قلب
حقیقۃ روحہ التی ھی	قلب سے وہ حقیقتِ رُوحانیت مراد ہے
محل معرفۃ اللہ دون	جوکہ معرفتِ الٰہی کا سرچشمہ ہے اور یہ ظاہری
اللحم و الدم الذی یشارکہ	گوشت اور خون کا ٹکڑا مُراد نہیں جس میں
فیہ المیت و البھیمۃ و	مُردے اور بہائم دونوں شریک ہیں اور تحقیق
ان البدن لہ صحۃ بہا	بدن انسانی کے لئے صحت کی کیفیت ہے جس
سعادۃ و مرض فیہ	پر انسانی جسم کی سعادت کا مدار ہے اور
ھلاکہ و ان القلب	ایک مرض کی کیفیت ہے جس میں انسان کے
کذالک لہ صحۃ و سلامۃ	جسم کے لئے ہلاکت ہے۔ اسی طرح انسانی روح
"اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ"	کے لئے بھی صحت وسلامتی ہے اور وہ شخص
و المرض فیہ ھلاکہ الابدی	(روحانی مرض سے) نجات پاگیا ہے جس کی یہ
الاخروی کما قال اللہ تعالیٰ	کیفیت ہو" مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل
"فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ" و ان	لے کر آئے"، اوراسی طرح روحانی مرض بھی ہے
الجھل باللہ سم مھلک	اوراس مرض میں اس کے لئے عالمِ آخرت میں

و ان معصية الله بمتابعة
الهوىٰ داؤه الممرض
و ان معرفة الله تعالىٰ
ترياق المحى و طاعته
بمخالفة الهوىٰ دواؤه الشافي
و انه لا سبيل الى
معالجته بازالة مرضه
و كسب صحته الا بادوية
كما لا سبيل الى
معالجة البدن الا بذلك
و كما ان ادوية البدن
توثر في كسب الصحة
بخاصية فيها لا يدركها
العقلاء ببضاعة العقل
بل يجب فيها تقليد الاطبار
الذين اخذوها من الانبياء
الذين اطلعوا بخاصية
النبوّة على خواص
الاشياء فكذلك بان لى
على الضرورة ان ادوية
العبادات بحدودها و
مقاديرها المحدودة المقدرة
من جهة الانبيا لا يدرك

ابدی ہلاکت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"اُن کے دلوں میں بیماری ہے"۔ اور تحقیق
اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جاہل رہنا سمِّ قاتل ہے
اور خواہشاتِ نفسانی کی متابعت سے باعث
خداوند قُدّوس کے احکام کی نافرمانی دل کی
بیماری کو بڑھانے والا مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی
معرفت دل کی بیماری کے لئے زندگی بخش
تریاق ہے اور خدائے قُدوس کی طاعت انسانی
قلب کے لئے نسخۂ شفا ہے۔ جس طرح بدنِ
اِنسانی سے مرض کا اِزالہ اور حصولِ صحت بھی بغیر
اَدویہ کے ناممکن ہے اور جیسے کہ انسانی جسم کی
صحت کے حصول میں اَدویہ اپنے خصوصی اثرات
اور خواص کے باعث موثر ہیں اور ان خصوصی
اَثرات اور خواص کا ادراک انسانی عقل کی فہم
سے بالاتر ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں اطبار کی تقلید
کی جاتی ہے اور درحقیقت ان خواص کا علم بھی
اَطبار کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حاصل
ہوا ہے۔ اسی طرح میرے لئے یہ حقیقت
روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ عبادات
بھی رُوحِ انسانی کے لئے صحت بخش ادویہ ہیں
ان کے خصوصی مقادیر کا تعین انبیاء علیہم السلام
کی طرف سے ہُوا ہے اور خاص مقادیر اور
اوزان کے اندر جو خصوصی تاثیرات ودیعت

وجه تاثيرها ببضاعة عقل العقلاء بل يجب فيها تقليد الانبياء الذين ادركوا تلك الخواص بنور النّبوة لا ببضاعة العقل و كما ان الادوية تركبت من اخلاط المختلفة و بعضها ضِعف البعض فى الوزن. فلا يخلوا اختلاف مقاديرها عن سر هو من قبيل الخواص و كذلك العبادات التى هى ادوية داء القلوب مركبة من افعال مختلفة النوع و المقدار حتى ان السجود ضعف الركوع و صلوة الصبح نصف صلاة العصر فى المقدار و لا يخلو عن سر من الاسرار هو من قبيل الخواص التى لا يطلع عليها الا بنور النبوة ، لقد تحامق و تجاهل جدا من اراد

ہیں داناؤں کی عقلیں اُن کے ادراک سے عاجز و درماندہ ہیں بلکہ ان کے ادراک میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید ضروری ہے۔ اور انبیاء علیہم السّلام کا اِدراک بھی فیضانِ نُبوّت کا نتیجہ ہے نہ کہ عقل و تجربہ کا۔ اور تحقیق جس طرح ایک نسخہ مختلف الاثرات ادویہ سے مُرکّب ہوتا ہے اور اُدویہ کے اَوزان بھی مختلف ہوتے ہیں بعض ادویہ کے وزن بعض دوسری ادویہ کے وزن سے دو چند ہوتے ہیں اَور اَوزان کا یہ اختلاف بھی ادویہ کی تاثیرات میں ایک سِرِّ مکتوم ہے۔

اِسی طرح عبادات بھی، جو کہ دل کی بیماریوں کے لئے اَدویہ ہیں۔ وہ بھی مختلف افعال اور مختلف مقادیر سے مُرکّب ہیں۔ حتیٰ کہ نماز کی ایک رکعت میں ایک رکوع ہے لیکن سجدہ اس کا دوہرا ہے اور صبح کی نماز باعتبار تعداد رکعات کے عصر کی نماز کا نصف ہے۔ عبادات کا یہ اختلاف بھی ایسا راز ہے کہ جس کا اِدراک نُورِ نُبوّت کے بغیر ناممکن ہے

ان یستنبط بطریق العقل لها حکمة او ظن انها ذکرت علی سبیل الاتفاق۔
(المنقذ من الضلال ص: ۵۸ - ۵۹)

اور وہ شخص سخت جاہل اور احمق ہے جو اِن اختلافات کی حکمت کو عقل کے ذریعے معلوم کرنا چاہے اور یا یہ گمان کرے کہ یہ اختلافات بغیر کسی راز کے محض اتفاقی ہیں۔

اِنسانی فطرت کی اس توضیح اور اس کے اعمال کے رُوحانی اور فطری خصائص بیان کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ اِنسان باعتبار اپنی فطرت کے نظامِ نبوّت کا محتاج ہے۔ کیونکہ اسکی قوّتِ خیر کی تدبیر و اصلاح اور قوّتِ شر کے مضرات اور نقصانات سے تحفّظ کے لئے اور اس کی تربیت و تزکیہ اور نظامِ زندگی کو جادۂ اعتدال پر اُستوار کرنے کے لئے خداوندِ قدّوس کی طرف سے نوعِ انسانی میں سے برگزیدہ اِنسانوں کا ایک خاص طبقہ متعیّن ہو جو کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کرے اور اسی کے مطابق انسانوں کی تربیت کرکے نظامِ زندگی کو اُستوار کرے اور اس برگزیدہ گروہ کی حیاتِ طیّبہ اور اُسوۂ حسنہ تعمیرِ سیرت میں مشعلِ راہ ثابت ہو اور جب تک اِنسانی زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات کو ان کے بیان کردہ طریقِ زندگی پر اُستوار نہ کیا جائے اُس وقت تک اِنسان کے لئے سعاداتِ اُولیٰ اور اُخریٰ کا تحصّل ناممکن و محال ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے لئے نبوّت کا یہ منصبِ رفیع خداوندِ قدّوس کی طرف سے ایک وہبی منصب ہے جس کے حصول کا مدار کسب و اکتساب پر نہیں اس لئے علماءِ اُمّت کا اِتّفاق ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبوّت ایک اکتسابی مرتبہ ہے، وہ شخص زندیق اور دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ نبوّت کے متعلّق اس طرح کا عقیدہ اور نظریہ قائم کرنا اُمّت کے اجماعی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے متضاد اور متصادم ہے:

قد اتفق المالکیة وغیرهم بکفر من قال ان النبوّة مکتسبة (الیواقیت والجواہر ج: ۱، ص: ۱۶۵)۔

"علماءِ مالکیہ اور تمام اُمّت کا اِس بات پر اِتّفاق ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ نبوّت اکتسابی امر ہے وُہ کافر اور دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔"

اِس منصبِ جلیلہ کی ابتداء سیّدنا آدم علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کی ذاتِ ستودہ صفات سے ہوئی اور قصرِ نبوّت کی تکمیل اس مقدّس گروہ کے آخری فرد خاتم النّبیّین سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و اتباعہٖ اجمعین کی

کی ذاتِ اقدس پر ہوئی ہے اِس لئے آپ نے یہ اعلان فرمایا :

ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی بعدی۔

" رسالت اور نبوّت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اب میرے بعد کوئی نیا رسُول آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی"

فطرتِ انسانی کی جامعیت کے آئینے میں بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی ضرورت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نبوّت کا تعلق خداوند قدّوس کی صفتِ ربوبیت سے ہے۔ یعنی نبوّت اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیّۃ کا ایک مظہر ہے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کا ذکر ہے اور اسی طرح تبلیغِ رسالۃ کے متعلق قرآن مجید کی آیت : يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ط اور آیت : يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ط میں بھی صفتِ ربوبیت کا تذکرہ ہے اور قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت میں بھی تعلیم و تربیت کو نمایاں حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور صفتِ ربُوبیّت خداوند قدّوس کی ایک ایسی صفت ہے کہ اُس کے مظہرِ تربیت کی اِبتداء بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ اس لئے سلسلۂ نبوّت کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔ قاضی بیضاویؒ تربیت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وهی تبليغ الشّی إلی کماله شیئاً فشیئاً۔

" تربیت کا معنیٰ ہے، کسی شَے کو تدریجاً اپنے کمال تک پہنچانا۔"

ممکن ہے کہ کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ قرآن مجید کی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ 'رحمۃ' سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت کا تعلق صفتِ رحمت سے ہے۔ تعمقِ نظر سے اگر ان مباحث کا مطالعہ کیا جائے تو اس وہم اور خدشہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خداوند قدّوس کی صفتِ رحمت کا تحقق صفتِ ربوبیّت میں بھی ہے اِس لئے جن آیات میں نبوّت کو رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ بہ توسّط صفتِ ربوبیّت، نبوّت کو صفتِ رحمت کے ساتھ تعلق ہے۔ ہمارے اس بیان سے مرزائیوں کا مشہور مغالطہ " نبوّت خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے اِنقطاع نہیں اس لئے نبوّت بھی ختم نہیں" مندفع ہو گیا۔ کیونکہ دعوتِ نبوّت خداوند قدّوس کی رضا جوئی کا ایک نظامِ تربیت ہے اس لئے اس نظام کے لئے انتہائے کمال ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں یہ کہ

ختمِ نبوت چونکہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں قیاسِ فاسد اور تاویلِ باطل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور اگر نبوت کا اختتام نہ ہو تو پھر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کا نظامِ شریعت ناقص اور نامکمل ہے، جو کہ خداوند قدوس کی ذات والا صفات کے ہرگز لائق ہی نہیں۔ تعالی اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً۔

پروفیسر تاثیرِ وجدان

الوداع اے ماہِ رمضان!

رمضان المبارک کے آخری ایام میں ایک معتکف کے جذبات و تاثرات

مغفرت کا مہرباں موسم جدا ہونے کو ہے
شاخِ دل، خوں رو کر اب تو بے ثمر رہ جائیگی

رحمتِ حق کا اُمڈتا ابر چھٹ جانے کے بعد
پھر تپش سورج کی سر پر پھیل کر رہ جائیگی

نیم شب، نم دیدہ آنکھوں میں دعاؤں کے ہجوم
کیسا غم تھا، یاد جس کی عمر بھر رہ جائے گی

سوزِ استغفار ہوگا اب نہ وہ جذبِ سجود
دل میں باقی آرزوئے سیم و زر رہ جائیگی

دستکیں دے گی درِ گردوں پہ اب بھی ہر دعا
لیکن اب روحِ دعا بے بال و پر رہ جائیگی

شیطنت ناچے گی پھر بندِ سلاسل توڑ کر
اور نیکی بے سہارا، بے سپر رہ جائیگی

ماہِ پُرانوار! تیرے فیض سے کٹ کر حیات
بے نصیب و بے مراد و بے اثر رہ جائیگی

ذکرِ الا اللہ کے اے عہدِ درخشاں، الوداع
باعثِ نشو و نمائے کشتِ ایماں، الوداع

الوداع، وجہِ فروغِ رنگِ عرفاں، الوداع
اے قرارِ جان کے ایامِ بہاراں، الوداع

ماہِ با برکات اے ماہِ فروزاں، الوداع
الوداع اے ماہِ رمضاں، ماہِ رمضاں الوداع